ترک پروفیسر ڈاکٹر علی نہاد تارلان ___ بحیثیت مترجم اقبال

ڈاکٹر خالد مبین

Dr. Khalid Mubeen

Vice Principal,Govt.Khawaja Rafique Shaheed

College,Walton Road,Lahore

Abstract:

Translating into another language, keeping in view all the technicalities of both the languages, is indeed a hard nut to crack. Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan was quite at home by practicing the art of translation. He was an acknowledged authority regarding Turkish and Persian languages. His rich knowledge of Persian, made it easier for him to translate the magnanimous works of Persian poets as Nafi and Fazooli etc into Turkish language. After the establishment of Pakistan that Mr. Bashir Ahmed, the first Pakistani ambassador to Turkey, brought Dr. Nihad closer to Iqbal's work. And the establishment of "Turkiye Pakistan kultur ceymeti" provided him even more opportunities to comprehend Iqbal's writings. As he had translated the books of many Persian poets, he did the same with Iqbal's poetical works. Dr. Nihad embarked on this task in 1956 "sarktan Haber " was his first translation, followed by many, in fact except "Javed Nama". He translated Iqbal's Persian books including "Zarb-e-Kaleem" from Abdul Hameed's Persian translation into Turkish with great zeal and skill.

ترجمہ ایک مشکل فن ہے۔ یہ نگینے جڑنے کا کام ہے جو بڑی مہارت اور ریاضت چاہتا ہے۔ (۱) مترجم کو دونوں زبانوں پر عبور حاصل ہونا چاہیے تاکہ وہ اصل عبارت کی خوبی اور مطلب کو جوں کا توں دوسری زبان میں منتقل کر سکے۔ علی نہاد تارلان ترجمہ کرنے کی اس پہلی شرط پر پورا اترتے ہیں۔ وہ نہ صرف ترکی زبان و ادب میں اعلیٰ اہلیت کے مالک تھے بلکہ فارسی بھی ان کے لئے مادری زبان کی ہی طرح تھی۔ وہ یونیورسٹی میں ایک عرصہ تک ان دونوں زبانوں کے شعبوں میں لسان و ادب کی تدریس سے منسلک رہے۔ فارسی زبان و ادب پر ان کی مہارت کو فارسی ادبیات کے مشہور ماہر استاد فرید قام (Farid

Kam) بھی مانتے تھے۔ انھوں نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ خود ان کے بعد ترکی میں تاریخ ادبیات اور ایران پر درس و تدریس کے اہل صرف علی نہاد تارلان ہیں۔(۲) اُنھوں نے فارسی پر نہ صرف اپنی دسترس حاصل کی بلکہ ایک مترجم کے علاوہ بھی وہ کثیرالجہات شخصیت کے مالک ہیں۔ بالخصوص ڈاکٹر علی نہاد تارلان ترکی میں دیوان ادب، کلاسیکی ترکی زبان، فارسی اور فرانسیسی زبان وادب کے ماہر استاد، ماہر اقبال شناس، شاعر اور ادیب کی حیثیت سے جانی پہچانی شخصیت ہیں۔

ترک عالم، شاعر، فارسی زبان وادب اقبال کے ماہر اور شرح متن کے پروفیسر علی نہاد تارلان ۱۸۹۸ء میں استنبول میں محمد ناظیف کے ہاں پیدا ہوئے۔ محمد ناظیف اور ان کی بیوی اُمّ خانم آپس میں چچازاد تھے ان کی اولاد میں علی نہاد تارلان اور مختار تارلان کے علاوہ دو بیٹیاں بھی تھیں۔ علی نہاد کے دادا داغستان کے رئیس حاجی علی آفندی تھے۔ علی نہاد کے والد عثمانی فوج میں ملازم تھے انھوں نے ۱۹۲۷ء میں وفات پائی۔ ان کے پہلے استاد ان کے والد محترم تھے جو شاعر اور علمی و ادبی شخصیت کے مالک تھے۔ انھوں نے فارسی میں ''گلستانِ سعدی'' اپنے والد سے ہی پڑھی تھی پھر انھیں رہبر معارف نامی سکول میں داخلہ دلایا گیا جہاں انھوں نے فرانسیسی زبان سیکھی۔(۳)

اُن کے والد کی تعیناتی ۱۹۰۹ء۔۱۹۱۰ء میں دوبارہ استنبول ہوئی تو انھوں نے کوسکا (Koska) میں برہانِ ترقی ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ یہاں تعلیم کے دوران فارسی ادب کی طرف ان کے فطری میلان نے آپ کے اندر ایک خاص شعری ذوق پیدا کر دیا، جس کے زیر اثر ان کو حافظؔ شیرازی سے خاص لگاؤ پیدا ہو گیا اور ساتھ ہی انھوں نے ''دیوان ادب'' میں خصوصی دلچسپی لینا شروع کر دی۔ اسی زمانے میں ان کا شعری ذوق، شعری اظہار میں تبدیل ہوا۔(۴) شاعری کے ساتھ ساتھ نثر لکھنے کا آغاز بھی علی نہاد نے اسی زمانے میں کر دیا تھا۔

وفا سکول ادبیات فیکلٹی کے فارسی اور فرانسیسی شعبوں سے مستفید ہونے کے بعد تارلان نے لازمی فوجی تربیت بھی مکمل کی۔ ان کے استاد ابراہیم نجمی دلمن کے تعاون و رہنمائی سے انھیں ''دارالفنون'' استنبول میں داخلہ مل گیا۔ یہاں انھوں نے ۱۹۲۰ء تک فارسی اور فرانسیسی شعبوں میں تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران ابراہیم نجمی کے کہنے پر تشویکیے (Teþvikiye) استنبول میں تعلیمی انتظامیہ کے امتحان میں شامل ہوئے۔ ۶/ جون ۱۹۱۹ء کو امتحان میں کامیابی کی بناء پر انھیں اُستادِ سلطانی (سرکاری ٹیچر) کا درجہ مل گیا۔(۵) ان کی ملازمت غازی عثمان پاشا مڈل سکول میں فرانسیسی زبان کے استاد کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ ان کی خوش بختی تھی کہ ''دارالفنون'' کے شعبہ ادبیات میں انھیں ''ادبی نظریات'' پڑھانے کے لیے مشہور قوم پرست شاعر و مفکر نامق کمال کے بیٹے علی اکرم بولائر (Ali Ekrem Bolayir) میسر آ گئے۔ جن سے ان کے دوستانہ تعلقات مرتے دم تک قائم رہے۔

۱۹۲۲ء میں علی نہاد تارلان نے دارالفنون استنبول سے ''اسلامی ادبیات میں مثنوی لیلیٰ مجنوں'' کے عنوان سے ترکی میں پہلی پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ جس کا باقاعدہ اعلان اخبارات اور ریڈیو میں ہوا۔ انھوں نے اپنا مقالہ استنبول یونیورسٹی کے ہال میں ایک شاندار تقریب میں پیش کیا۔(۶) آپ نے ۱۹۳۳ء تک استنبول کے کئی تعلیمی اداروں میں فرانسیسی، فارسی اور ترکی ادب کی تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔

یونیورسٹی کی تنظیم نو کے دوران جب دارالفنون ختم کر دیئے گئے اور ۱۹۳۳ء میں استنبول یونیورسٹی قائم ہوئی تو اُسی سال علی نہاد تارلان کو اس کے شعبہ ادبیات میں ''شرح متن'' کے ایسوسی ایٹ پروفیسر کے طور پر شامل کیا گیا۔ یہاں فارسی زبان و ادب کا شعبہ بھی انھیں کے ماتحت تھا۔ یکم جولائی ۱۹۴۱ء کو آپ کو پروفیسر بنا دیا گیا۔ پروفیسر شپ کے لیے ان کے مقالے کا

موضوع ''تدقیق دیوان شیخی بنادیا گیا۔''

ڈاکٹر پروفیسر علی نہاد تارلان شعبہ ادبیات میں درس دینے کے ساتھ ساتھ کئی سال تک اساتذہ کی تربیت کے ادارے "Yuksek Muallim Mektebi" میں اور کچھ عرصہ ''اسلامی انسٹیٹیوٹ (استانبول)'' میں بھی فارسی پڑھاتے رہے۔ یکم اگست ۱۹۷۲ء کو ملازمت سے ریٹائر ہوتے وقت وہ یونیورسٹی میں کلاسیکی ترک ادبیات کی چیئر کے صدر تھے۔ اس چیئر کے لیے ان کے مقالے کا عنوان ''دیوان ادبیات کی خصوصیات'' تھا۔(۷) علی نہاد تارلان نے بیرونی ممالک کے کئی سفر بھی کیے۔ ۱۹۳۴ء میں فردوسی کے جشن ولادت پر منعقدہ کانفرنس، ۱۹۲۴ء، ۱۹۲۶ء میں ''ایرانیات'' کانفرنس اور ۱۹۲۷ء میں رضا شاہ پہلوی کی تاج پوشی کے موقع پر ایران گئے۔ اسی طرح ۱۹۶۶ء میں یونیورسٹی کی طرف سے چند تحقیقی و تصنیفی کاموں کے سلسلے میں فرانس، برطانیہ اور جرمنی بھی بھیجے گئے۔

اقبال اکادمی کراچی کی دعوت پر علی نہاد نے پاکستان کا دورہ بھی کیا۔ ان کے اس دورے کے سن کے بارے میں (ترکوں میں) اختلاف پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر مژگاں جنبر (Dr. Mujgan Cünbür) کے مطابق یہ زمانہ ۱۹۵۶ء کا ہے۔(۸) جبکہ دوست مسرت دریٔ اوز)(۹)، ڈاکٹر عامل چیلیبی اوغلو (Dr. Amil Çelebioglu) اور علی نہاد تارلان کے پاکستانی شاگرد ڈاکٹر محمد صابر نے ان کی پاکستان آمد کا سال ۱۹۵۷ء درج کیا ہے۔(۱۰) یوسف ضیاء انان نے بغیر سن کا حوالہ دیئے علی نہاد کی پاکستان روانگی، صدر جمہوریہ پاکستان سے ملاقات اور مزار اقبال پر ''در آرامگاہِ اقبال۔ قونیہ ثانی'' نامی نظم پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔(۱۱) علی نہاد کے بیٹے عدنان سعادت تارلان نے دورۂ پاکستان میں صدر پاکستان سے علی نہاد کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے صدر پاکستان کا نام سکندر مرزا لکھا ہے۔

علی نہاد کی تحریروں سے ان کے دورۂ پاکستان کی شہادت ڈھونڈنے پر ان کی ایک نظم ''در آمگاہِ اقبال۔ قونیہ ثانی'' کے نیچے تصنیف کا سن ۱۹۵۷ء درج ملتا ہے۔(۱۲) یہ وہی نظم ہے جو انھوں نے لاہور میں مزار اقبال پر حاضری دینے سے پیشتر لکھی تھی۔ اس کے علاوہ علی نہاد کی کلام اقبال کے ترجمے پر مشتمل کتاب "Muhammad 'kbal'in Üc Eseri: Yolcu-Ey Sark Kavimleri-Kölelik" (اشاعت استانبول ۱۹۷۴ء) بھی اس لحاظ سے ان کے مذکورہ دورہ کی شہادت کے لیے کافی ہے جس کے آخری صفحات میں دی گئیں تصاویر میں سے دو کے نیچے دورۂ پاکستان کا سن ۱۹۵۷ء ہی لکھا گیا ہے۔ اگر علی نہاد کی سکندر مرزا سے ملاقات، ان کی مذکورہ بالا نظم اور تصاویر کے حوالے کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ اقبال اکادمی کراچی کی دعوت پر علی نہاد ۱۹۵۷ء میں پاکستان آئے تھے۔ اس دورہ میں انھوں نے ''اقبال کانفرنس'' کی صدارت اور ''اقبالِ لاہوری'' کے عنوان سے اپنا مضمون بھی پیش کیا۔ ان کے فرزند عدنان سعادت تارلان کے بقول اس سفر کے دوران جب ان کی ملاقات صدر جمہوریہ پاکستان سکندر مرزا سے ہوئی تو صدر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم فوجیوں کے ہاتھ میں اسلحہ دے کر انھیں انسانوں (دشمنوں) کو قتل کرنے کی تربیت دیتے ہیں جبکہ آپ جیسے صاحب علم، انسانوں کو افہام و تفہیم سے زندہ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں۔(۱۳)

علی نہاد ۱۹۵۸ء اور اس کے بعد ایک عرصے تک "Türkiye Pakistan Kültür Cemiyeti, istanbul" (ترکیہ پاکستان ثقافتی انجمن۔ استنبول) کے اعزازی صدر بھی رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے علامہ اقبال کے کلام وفکر کی ترویج کے لیے "Muhammad ikbal Dernegi" (محمد اقبال سوسائٹی) کی بنیاد بھی رکھی تھی جس کے صدر وہ خود

تھے۔(۱۴) اسی دوران انھوں نے اقبال کے فارسی کلام کے ترکی میں تراجم کیے اور ان پر کئی مضامین بھی لکھے۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اقبال کی فکر کو عام کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ترکی میں علامہ اقبال اور پروفیسر علی نہاد تارلان لازم وملزوم بن گئے۔ ترکی میں ان کی اقبال شناسی کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پاکستان نے ۱۹۶۰ء میں انھیں ''ستارہ امتیاز'' سے نوازا۔(۱۵)

ڈاکٹر علی نہاد تارلان کے ڈاکٹریٹ کے تحقیقی کام پر وزیر تعلیم ترکی نے مبارکباد دی۔ اسی طرح ۱۹۴۷ء میں ایران کے وزیر تعلیم نے ان کے ''ادبیات ایران'' پر کام کو سراہتے ہوئے انھیں تحریری طور پر مبارکباد پیش کی اور ۱۹۷۳ء میں رضا شاہ پہلوی نے انھیں ''آل ہمایوں'' نشان عطا کیا۔(۱۶) ڈاکٹر علی نہاد تارلان نے فاطمہ لیمان خانم سے شادی کی۔ ان کے ہاں کئی بچے پیدا ہوئے مگر ایک بیٹے عدنان سعادت تارلان (ولادت ۱۹۲۷ء) کے سوا کوئی زندہ نہ رہا۔ عدنان سعادت بھی ایک ہی بیٹے نجات (پیدائش ۱۹۷۱ء) کے والد ہیں۔ لیمان خانم ۱۹۷۳ء میں وفات پاگئیں۔(۱۷)

اس حوالے سے استنبول یونیورسٹی کے پروفیسر گُنائی آلپائی (Günay Alpay) لکھتے ہیں:

> ''علی نہاد تارلان نے بچپن میں سعدی کی گلستان و بوستان جیسی کتب کا مطالعہ کر کے فارسی زبان و ادب سے شناسائی حاصل کی اور اسی زبان سے ترکی میں تراجم کر کے مشق بہم پہنچائی۔''(۱۸)

انھوں نے عثمانی دور کے ترک شعراء کے فارسی دواوین کو پہلی بار ترکی زبان میں منتقل کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے نفعیؔ کے دیوان (اشاعت استانبول ۱۹۴۴ء) یاووزؔ سلطان سلیم کے دیوان (اشاعت استانبول ۱۹۴۶ء) اور فضولیؔ کے دیوان (اشاعت استانبول ۱۹۵۰ء) کے ترکی تراجم کیے۔ مشہور ایرانی شاعر گنجلی نظامی کی فارسی مثنوی لیلیٰ مجنوں کا ترکی میں ترجمہ کر کے وہ پہلے ہی استانبول سے ۱۹۴۳ء میں شائع کروا چکے تھے۔ علاوہ ازیں انھوں نے اسی شاعر کی مثنوی ''خسرو شیریں'' کے منتخب حصوں کا ترکی میں ترجمہ (اشاعت استانبول ۱۹۴۹ء) بھی کیا۔ علی نہاد تارلان کی فارسی اور کلاسیکی ترکی شاعری میں مہارت کا اعتراف کرتے ہوئے ویانہ یونیورسٹی کے شعبہء شرقیہ کے مشہور مستشرق پروفیسر ڈاکٹر ایچ۔ ڈبلیو۔ دودا (Prof.Dr.H.W.Duda) لکھتے ہیں:

> ''... ہم استانبول کے طالب علمی کے زمانے میں فارسی شاعری اور منظوم فارسی داستانیں اکٹھے پڑھا کرتے تھے۔ ان میں استعمال ہونے والے علم البدائع کے دقیق اور اہم نکات مجھے علی نہاد تارلان نے ہی سمجھائے تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایرانی شاعری اور کلاسیکی ترک شاعری کی ہیئت و اسلوب سے مجھے آشنا کیا، جس سے کلاسیکی ادب کی روح تک میری رسائی آسان ہوئی۔''(۱۹)

ڈاکٹر علی نہاد اپنے اُستاد فرید قام کے ذریعے اقبال سے متعارف ہوئے تھے ہیں۔ ان کی روح میں اقبال کا خوبصورت نام ایک اشتیاق کے ساتھ بسا ہوا تھا۔(۲۰) یہ قیام پاکستان سے پہلے کی بات تھی۔ قیام پاکستان کے بعد ترکی میں پہلے سفیر میاں بشیر احمد کی مساعی سے ڈاکٹر علی نہاد کی کلام اقبال تک رسائی ممکن ہوئی۔ ۷ اگست ۱۹۵۱ء کو میاں بشیر احمد اور پاکستانی نژاد ترک ظفر حسن ایبک کی کوششوں سے استانبول میں "Türkiye Pakistan Kültür Cemiyeti" (ترکیہ پاکستان

ثقافتی انجمن) کا قیامِ عمل میں آیا(۲۱) جس کے زیرِ اہتمام ترکی کے اہم شہروں استانبول اور انقرہ میں اقبال اور قائداعظم کے یومِ ولادت اور وفات کے موقعوں پر تقریبات کے انعقاد کا سلسلہ جاری ہوا۔ اس کے نتیجے میں ترکی میں پاک ترک دوستی کے فروغ کے ساتھ ساتھ اقبال شناسی کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ علی نہاد تارلان انجمن کے اجتماعات میں شریک ہوتے رہے۔ وہ چونکہ فارسی زبان وادب کے استاد تھے لہذا انہوں نے جہاں دیگر فارسی شعراء کی متعدد کتب کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا وہاں اقبال کے فارسی کلام کے بھی ترکی میں تراجم کیے۔ اس سلسلے میں ثروت صولت لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر تارلان نے کلامِ اقبال کے تراجم کا آغاز ۱۹۵۸ء میں کیا تھا۔(۲۲) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ علی نہاد نے کلامِ اقبال کے منتخب حصوں کے تراجم کا آغاز ۱۹۵۲ء میں کیا تھا۔ اس بات کا ثبوت ان کا پہلا مضمون ''اقبال لاہوری'' ہے جو رسالہ ''اسلام نورؤ'' میں ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا اور اسی عنوان پر مبنی ان کی ایک طویل تقریر "Ikbal Hakkinda Konferanslar" نامی کتاب میں شامل ہے جو ۱۹۵۲ء میں استانبول سے شائع ہوئی۔ اس میں انھوں نے اقبال کی شخصیت وفن پر اظہارِ خیال کرنے کے ساتھ ساتھ ''پیامِ مشرق'' کی منتخب نظموں ''جلال وہیگل''، ''محاورہ علم وعشق'' ''پند باز با بچہ خویش''، ''اگر خواہی حیات اندر خطر زی''، ''خطاب بہ مصطفیٰ کمال پاشا'' کا ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے کلامِ اقبال کے منتخب تراجم ترکی کے مختلف اخبارات ورسائل میں شائع ہوتے رہے۔ پاکستان سفارت خانے کے ماہوار رسالہ ''پاکستان پوستاسی'' میں ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۳ء تک ان کے کلامِ اقبال کے تراجم اور مضامین بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ اسی رسالہ میں ان کا پہلا مضمون بعنوان "Iqbal" ۲۰ اپریل ۱۹۵۷ء کو شائع ہوا۔(۲۳) اس میں کلامِ اقبال سے ''محاورہ مابین خدا وانسان'' اور ''ساقی نامے'' کا ترکی ترجمہ بھی شامل ہے۔ لہذا ثروت صولت کا یہ کہنا کہ انہوں نے تراجمِ اقبال کا کام ۱۹۵۸ء سے شروع کیا درست نہیں۔

ڈاکٹر علی نہاد نے ''جاوید نامہ'' کے سوا علامہ محمد اقبال کے تمام فارسی کلام کا ترکی زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ وہ اُردو سے زیادہ واقف نہیں ہیں، اس بات کا اقرار انھوں نے یوسف صالح قراء جا کے ''بالِ جبریل'' کے ترکی ترجمے "Cebrail'in Kanadi" کی تقریظ لکھتے ہوئے کیا ہے۔(۲۴) ان کی اس بات کی تائید ڈاکٹر محمد صابر نے راقم کے نام اپنے خط میں بھی کی ہے۔ بقول ثروت صولت ڈاکٹر علی نہاد نے ''ضربِ کلیم'' کا ترکی ترجمہ خواجہ عبدالحمید عرفانی کے فارسی ترجمے کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔(۲۵) انھوں نے کلامِ اقبال کے تراجم کے سلسلے کا پہلا ترجمہ ۱۹۵۶ء میں کتابی شکل میں ''پیامِ مشرق'' کا شائع کیا۔ اس سے پیشتر وہ اقبال کے کلام کے منتخب حصوں کا ترجمہ کر کے مختلف اخبارات ورسائل میں شائع کرا چکے تھے۔ ان کے کلامِ اقبال کے منتخب تراجم "islam Nürü" (نورِ اسلام)، "Sebilurreþat" (سبیل الرشاد)، "Hilal" (ہلال)، "islam" (اسلام)، "Cagri" (چاغر) اور "Pakistan Postasi" (پاکستان پوستاسی) نامی رسائل اور "Yeni Asya" (ینی آسیا) ودیگر اخبارات میں شائع ہوئے۔

ڈاکٹر علی نہاد تارلان کے کلامِ اقبال کے تراجم کی فہرست سنہ اشاعت کے لحاظ سے حسبِ ذیل ہے:

۱۔ پیامِ مشرق	پہلا ایڈیشن ۱۹۵۶ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۳ء	Sarktan Haber
۲۔ اسرار ورموز	پہلا ایڈیشن ۱۹۵۸ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۴ء	Esrar ve Rümüz
۳۔ گلشنِ راز جدید	۱۹۵۹ء	Yeni Gülsen-i Raz

۴۔ زبورِ عجم (انتخاب)	۱۹۶۴ء	Zebür-ü-Acemden Secmeler
۵۔ ارمغانِ حجاز	۱۹۶۸ء	Hicaz Armagani
۶۔ ضربِ کلیم	۱۹۶۸ء	Darb-i Kelim
۷۔ پیامِ مشرق و زبورِ عجم	۱۹۷۱ء	ikbal'den Siirler, Sarktan Haber ve Zebür-ü-Acem
۸۔ تین مثنویاں (مسافر، پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق اور بندگی نامہ)	۱۹۷۶ء	ikbal'in Üc Eseri, Yolcu, Ey Sark Kavimleri, Kölelik

اب مندرجہ بالا تراجم کا جائزہ لیتے ہیں:

(ا) پیامِ مشرق

پیامِ مشرق ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی۔اس فارسی تصنیف کا دیباچہ علامہ نے اُردو زبان میں لکھا تھا۔کتاب کی ترتیب میں اول ''لالہ طور'' کے نام سے رباعیات اور قطعات ہیں پھر ''افکار'' کے عنوان سے مختلف نظمیں ہیں، اس کے بعد ''مئے باقی'' کے تحت غزلیات اور ''نقش فرنگ'' کے ذیل میں بعض نظمیں ہیں۔آخر میں ''خردہ'' کی سرخی کے تحت کچھ متفرق اشعار وقطعات ہیں۔

ڈاکٹر علی نہاد نے پیامِ مشرق کا ترکی ترجمہ "Sarktan Haber" کے عنوان سے کیا ہے جو ۱۹۵۶ء میں ایش بنک کی طرف سے انقرہ سے شائع ہوا۔اس ترجمے کے آغاز میں علی نہاد نے ۸ صفحات کے پیش لفظ پھر اقبال کے آٹھ ہی صفحات کے پیش لفظ کا اردو سے ترکی ترجمہ اور اس کے بعد ۱۴۳ صفحات پر مشتمل اصل کتاب کا ترجمہ دیا ہے۔کتاب کے کل ۱۵۹ صفحات ہیں۔یہ ترجمہ دوسری بار ۱۹۶۳ء میں استانبول سے ''ترکیہ پاکستان ثقافتی انجمن'' کی طرف سے شائع کیا گیا۔اس میں علی نہاد نے اپنا گزشتہ اشاعت والا پیش لفظ ۷ صفحات میں اور اقبال کے پیش لفظ کا ترجمہ آٹھ صفحات میں دیا ہے جبکہ شعری متن کا ترجمہ ۱۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔اس ایڈیشن کی ضخامت ۱۳۹ صفحات پر مشتمل ہے۔تیسری بار یہ ترجمہ ۱۹۷۱ء میں بعنوان "Ikbal'den Siirler--Sarktan Haber ve Zebur-u Acem" شائع کیا گیا۔ان تینوں اشاعتوں میں ترجمہ شدہ کلام میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی جبکہ پہلی دونوں اشاعتوں میں اقبال کے اُردو پیش لفظ کے علاوہ، درج پیش لفظ از سرِ نو لکھ کر تیسری اشاعت میں شامل کیا گیا ہے۔

علی نہاد نے "Sarktan Haber" کی ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں اقبال کی ''پیامِ مشرق'' کے پہلے ایڈیشن ۱۹۲۳ء کے عکس کی نقل دی ہے اس میں پیامِ مشرق جلی حروف میں لکھنے کے بعد ''وللہ المشرق'' کی عبارت درج کی ہے مگر اس میں وللہ کا ''و'' محذوف ہے۔پھر اقبال کے اُردو پیش لفظ کا رواں ترکی زبان میں مکمل ترجمہ دیا ہے جس میں قرآنی عبارت اور فارسی اشعار جوں کے توں درج ہیں جبکہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ علی نہاد اردو نہیں جانتے تھے۔انہوں نے اس بات کا اعتراف یوسف صالح قراء

جا(Yüsüf Salih Karaca) کے ''بالِ جبریل'' کے ترکی ترجمے ''جبریلین کھانذ'' کی تقریظ میں کیا ہے۔(۲۶) چنانچہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اردو زبان نہ جاننے کے باوجود انہوں نے یہ ترجمہ کیسے کیا؟ اس سلسلے میں کتاب میں کوئی حوالہ درج نہیں ہے۔ ڈاکٹر محمد صابر (علی نہاد تارلان کے شاگرد) نے موصوف کے حوالے سے راقم کے نام اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ علی نہاد اُردو نہیں جانتے تھے اور ان کے لئے اردو سے ترکی میں تراجم انھوں (ڈاکٹر محمد صابر) نے اور ڈاکٹر محمد یعقوب مغل نے کئے تھے۔ (۲۷) ممکن ہے یہ ترجمہ ان دونوں حضرات میں سے کسی ایک نے کیا ہو۔ بہرحال یہ بات طے ہے کہ ''پیامِ مشرق'' کے اُردو دیباچے کا ترکی زبان میں ترجمہ علی نہاد کا اپنا کیا ہوا نہیں ہے۔ اس رائے کو تقویت اس بات سے بھی پہنچتی ہے کہ اقبال نے ''پیامِ مشرق'' میں جگہ جگہ حواشی اُردو میں لکھے تھے جبکہ علی نہاد نے مذکورہ ترجمہ میں اقبال کے کسی اُردو حاشیے کا ترجمہ نہیں دیا بلکہ موقع محل کے مطابق اپنی طرف سے وضاحتی نوٹ درج کئے ہیں۔

پیامِ مشرق کا آغاز اقبال نے ''پیش کش'' سے کیا ہے جو اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان کے نام ہے۔ ڈاکٹر تارلان نے اس کا ترجمہ "ithaf" کے عنوان سے کیا ہے۔ اس میں ۱۸۱ اشعار کا ترجمہ انھوں نے ۷۸ اشعار میں کیا ہے اور آخری انیس اشعار میں تیرہ اشعار کو اکٹھا کر کے اس کا رواں نثری ترجمہ کیا ہے۔ اس کے بعد حصہ ''لالہ طور'' کی رباعیات کا "Tür Lalesi (Rübailer)" اور حصہ ''افکار'' کا ترجمہ "Fikirler" کے تحت تمام نظموں کا سلیس نثری ترجمہ دیا ہے ماسوائے نظم ''جمہوریت'' کے جس کا ترجمہ شامل نہیں ہے۔ ''مئے باقی'' کا عنوان "Sarab-i Baki" کیا گیا ہے۔ یاد رہے ترکی میں فارسی لفظ مئے کی بجائے لفظ شراب استعمال ہوتا ہے۔ ''مئے باقی'' کے حصے کی غزلوں کا نثری ترجمہ ہر شعر پر نمبر درج کر کے کیا ہے۔

''پیامِ مشرق'' کے حصہ چہارم ''نقشِ فرنگ'' کا ترجمہ "Garpli Ruh" کے تحت تمام نظموں ماسوائے نظم ''موسیو لینن و قیصر ولیم'' کا ترجمہ کیا ہے اور آخری حصہ ''خردہ'' کا ترکی ترجمہ "Sündan Bündan" بہت ہی مناسب ہے۔ اس حصہ میں اقبال کے متفرق اشعار و قطعات کا ترجمہ مصرعوں کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر شعر کے ترجمے پر سیریل نمبر درج کیا ہے اور اشعار کو الگ کرنے کے لئے درمیان میں ستارے کا نشان بنایا ہے۔

علی نہاد نے اقبال کی ۱۶۳ رباعیات کا ترکی زبان میں مقفّٰی نثر میں ترجمہ کیا ہے اور ان کے نزدیک چونکہ ادائے مطلب اہمیت رکھتا تھا لہٰذا وہ ترجمہ کرتے ہوئے لفظ کے معانی اور استعمال کے سلسلے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے(۲۸) مثلاً ''پیامِ مشرق'' کی رباعی نمبر ۳ کا ترکی ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ اصل رباعی یوں ہے:

باغاں بادِ فروردیں دہد عشق
براغاں غنچہ چوں پرویں دہد عشق
شعاعِ مہر او قلزم شگاف است
بماہی دیدۂ رہ بیں دہد عشق(۲۹)

اب تارلان کے ترکی ترجمے کا اُردو مفہوم دیکھتے ہیں:

''عشق باغوں کو بہارِ روزگار کا تحفہ دیتا ہے۔ عشق پہاڑوں کے دامن میں ستاروں کی طرح غنچوں کا چھڑکاؤ کرتا ہے۔ عشق کے سورج کی روشنی سمندروں کو چیرتی ہوئی گزرتی ہے تو مچھلی کو راستہ تلاش کرنے والی آنکھ عطا کرتی ہے۔''(۳۰)

علی نہاد کے ترکی ترجمے کا موازنہ ایک اور ترک مترجم بصری گوجل کے اسی رباعی کے ترکی ترجمے سے کرتے ہیں۔ بصری گوجل نے اس رباعی کے ترجمے کا اردو مفہوم یہ ہے:

''عشق باغوں کو بادِ بہاری عطا کرتا ہے---اور پہاڑوں کے دامنوں پر ستاروں کی طرح غنچے جڑتا ہے۔اس کے سورج کی روشنی سمندر کو چیر کر مچھلیوں کو راستہ دکھانے والی آنکھ بخشتی ہے۔''(۳۱)

بصری گوجل نے رباعی کا لفظی ترجمہ کیا ہے جبکہ علی نہاد کا ترجمہ مفہوم کے حوالے سے اصل رباعی کے زیادہ قریب ہے۔تارلان کے ''پیامِ مشرق'' کے ترکی ترجمے کی اشاعت اول (۱۹۵۶ء) کے بعد بصری گوجل، علی گنجیلی (Ali Genceli) اور ڈاکٹر عبدالقادر قراۂ خان (Dr. Abdülkadir Karahan) کے تراجم سامنے آئے۔مگر ان میں سے علی نہاد تارلان کے علاوہ کسی نے ''پیامِ مشرق'' کا مکمل ترجمہ پیش نہیں کیا۔ڈاکٹر علی نہاد نے ''پیامِ مشرق'' کا ترجمہ مجموعی طور پر رواں ترکی نثر میں کیا ہے مگر بعض جگہوں پر مقفّٰی نثر کے استعمال سے ترجمہ دلچسپ اور پُراثر اسلوب اختیار کر گیا ہے۔مزید برآں انھوں نے اس ترجمے میں اقبال کی فارسی وعربی اصطلاحات کو آسان ترکی زبان میں منتقل کرتے ہوئے جہاں ضرورت سمجھی وہاں ان کی مزید وضاحت بریکٹ میں بھی کر دی ہے جس سے قاری کی فکرِ اقبال تک رسائی آسان ہوگئی ہے۔البتہ ترکی زبان میں وقتاً فوقتاً ہونے والی تبدیلیوں (عربی فارسی الفاظ کے انخلاء) کی بنا پر فارسی سے نابلد ترک قارئین کے لئے کتاب سے استفادہ قدرے مشکل ہے۔

(۲)اسرار و رموز

فلسفہ خودی پر فارسی میں اقبال کی مثنوی ''اسرارِ خودی'' ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی۔اس کتاب کو انھوں نے سرسید علی امام کے نام موسوم کیا ہے۔اس مثنوی کا دوسرا حصہ ۱۹۱۸ء میں رموزِ بے خودی کے نام سے شائع ہوا جسے اقبال نے ملت اسلامیہ کے حضور میں پیش کیا ہے۔ازاں بعد یہ دونوں مثنویاں ''اسرار و رموز'' کے نام سے یکجا کر دی گئیں۔(۳۲) ڈاکٹر علی نہاد نے اس کا ترکی میں ترجمہ (اسرار وے رموز) "Esrar ve Rümüz" کے نام سے کیا اور ۱۹۵۸ء میں استنبول سے شائع کرایا جو ۱۲۷ صفحات پر مشتمل ہے۔دوسری مرتبہ یہ کتاب ۱۹۶۴ء میں ''ترکیہ پاکستان ثقافتی انجمن'' استنبول کی طرف سے احمد سعید مطبع سے چھپوائی گئی اور اس کی طباعت کے اخراجات اقبال اکادمی پاکستان، کراچی نے ادا کئے۔(۳۳) (یہ ایڈیشن ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔پہلی اور دوسری اشاعت میں کتاب کا سائز تقریباً ایک جیسا ہے۔ان دونوں اشاعتوں میں ضخامت کا فرق صرف کتاب کی تقطیع کی بنا پر ہے اور ترجمہ شدہ کلام میں کوئی فرق نہیں ہے)۔دونوں تراجم ''اسرار و رموز'' کا مکمل ترجمہ ہیں۔کتاب میں پیش لفظ، سوانح حیات اور اقبال کی معنوی شخصیت پر مشتمل تحریریں بھی وہی ہیں جو اشاعت اول میں شامل تھیں۔پہلی اشاعت میں انتساب صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان اور صدر اقبال اکادمی جناب سکندر مرزا کے نام ہے جبکہ دوسری اشاعت میں انتساب کی عبارت موجود نہیں ہے۔ڈاکٹر علی نہاد نے کلام اقبال کے تراجم اور ان کے فکر و فن پر لکھے اپنے مضامین کے ذریعے ترکی میں اقبال شناسی کا اہم کام سرانجام دیا۔کتاب کے پیش لفظ میں اسے اپنا ایک اہم کارنامہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پاکستان کے ملی اور عظیم شاعر محمد اقبال کو ترکی کے پڑھے لکھے لوگوں سے متعارف کرانا میری زندگی کے اہم ترین کارناموں میں سے ایک ہے۔''(۳۴)

اسی پیش لفظ میں آگے چل کر ڈاکٹر علی نہاد علامہ اقبال کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رومی کے سب سے بڑے (عصری) مرید اقبال ہیں کیونکہ رومی کو سمجھنے کے لئے جس عالمانہ دماغ، پرسوز اور گداز روح کی ضرورت ہے، وہ اقبال میں موجود ہے۔(۳۵) وہ ''اسرار و رموز'' کو اقبال کی شاہکار تصنیف کہتے ہوئے اسے ترکی اور پاکستانی دونوں قوموں کے درمیان روابط میں مضبوطی کا باعث قرار دیتے ہیں۔(۳۶) پیش لفظ کے بعد ''اقبال کی سوانح'' اور ''اقبال کی معنوی شخصیت'' کے عنوان کے تحت اقبال پر ان کے دو طویل مضامین ہیں۔ ''اقبال کی سوانح'' کے حاشیے میں علی نہاد بتاتے ہیں کہ اقبال کی سوانح اور معنوی شخصیت پر مشتمل حصے پاکستانی اقبال شناس خواجہ عبدالحمید عرفانی کی تصنیف ''رومی عصر'' کے مقدمے کی تلخیص ہیں۔(۳۷)

تارلان نے ''اسرار و رموز'' کا یہ ترجمہ سلیس ترکی زبان میں کیا ہے۔ ان کا مقصد چونکہ اقبال کی فکر کو بعینہٖ ترکی زبان میں ڈھال کر ترکوں کو علامہ اقبال سے متعارف کروانا تھا لہٰذا انھوں نے ترجمہ کرتے ہوئے مطالب و مفہوم میں کسی قسم کی کمی بیشی کئے بغیر اصل متنِ اقبال کو خوبصورتی سے ترکی زبان میں منتقل کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر اقبال کے ایک فارسی بند کے آخری شعر کے ترکی ترجمے کو دیکھتے ہیں:

در جہاں روشن تر از خورشید شو

صاحبِ تابانیِ جاوید شو(۳۸)

اس شعر کا ترجمہ علی نہاد یوں سلیس ترکی زبان میں کرتے ہیں۔ علی نہاد کے ترکی ترجمے کا اردو مفہوم:

''عالم میں سورج سے بڑھ کر روشن ہو کر صاحبِ نُورِ دوام بن جا۔''(۳۹)

ترکی میں ''اسرار و رموز'' کے یوں تو کافی ترجمے ہوئے ہیں مگر مکمل کتاب کے ابھی تک تین تراجم ہی شائع ہوئے ہیں۔ پہلا ترجمہ ڈاکٹر علی نہاد کا ہے جس کا ذکر گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے جبکہ دوسرا ترجمہ ڈاکٹر علی یوکسل (Dr. Ali Yüksel) نے بعنوان (بنلک وے وتوپلم) "Benlik ve Toplum" کیا اور ۱۹۹۰ء میں استنبول سے شائع کرایا۔ یہ ترجمہ بھی سلیس ترکی زبان میں ہے۔ تیسرا ترجمہ منظوم ہے جو احمد متین شاہین نے کیا ہے۔ انھوں نے ''اسرار خودی'' کا ترجمہ "Benligin Sirlari" اور ''رموز بے خودی'' کا "Benligin Isaretleri" کے عنوان سے الگ الگ کر کے برصہ (Bursa) سے ۱۹۹۸ء میں شائع کرایا ہے۔

''اسرار و رموز'' اقبال کے خودی و بے خودی کے فلسفیانہ بیان پر مشتمل ہے لہٰذا فکرِ اقبال کو تمام تر سیاق و سباق کے ساتھ بعینہٖ کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا کوئی آسان کام نہیں لیکن ایسا کرتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کام کے لئے نثری زبان بہتر واسطہ ہے یا منظوم۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ کسی ادبی شاہکار کا منظوم ترجمہ زیادہ مقبول ہوتا ہے مگر یہاں یہ معاملہ کچھ مختلف ہے کیونکہ منظوم ترجمے میں بعض اوقات قافیہ و ردیف کی پابندی فکر و خیال کی منتقلی میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔ اگر عروضی بحور یا ان میں استعمال ہونے والے ارا کین ہی کا خیال رکھا جائے تو بھی کسی ایک رُکن یا میٹر کی پابندی بھی مدعا و مفہوم کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔ لہٰذا منظوم ترجمے میں یہ پابندی فکرِ اقبال کی تہہ تک پہنچنے میں معاونت نہیں کرتی۔ اگر مترجم تجربہ کار ہو تو نثری ترجمہ کافی حد تک فکرِ اقبال کا عکاس ہو سکتا ہے۔ علی نہاد تارلان جو ایک شاعر بھی تھے، انھوں نے ''اسرار و رموز'' کا ترکی میں ترجمہ سلیس زبان میں پیش کیا جس کے پیچھے اُن کی یہی سوچ کارفرما نظر آتی ہے کہ وہ فکرِ اقبال کو ترکوں میں متعارف کروانا چاہتے تھے۔

ڈاکٹر علی نہاد چونکہ اُردو سے نابلد تھے لہذا انہوں نے اس فارسی کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے اس پر اُردو میں لکھے اقبال کے حواشی کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ جہاں جہاں ضرورت محسوس کی اپنی طرف سے وضاحتی نوٹ درج کرتے گئے ہیں مثلاً ''حکایتِ نوجوانِ از مرو کہ پیش حضرت سید مخدوم علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ آمدہ از ستم اعدا فریاد کرد'' (۴۰) کا ترکی ترجمہ کرنے کے بعد فٹ نوٹ میں حضرت سید علی ہجویری کے بارے میں وضاحتی نوٹ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ غزنی میں پیدا ہوئے اور لاہور میں ۴۶۵ھ /۱۰۷۲ء میں وفات پائی اور ''کشف المحجوب'' تصوف پر ان کی اہم تصنیف ہے۔ (۴۱) اسی عنوان کے تحت آنے والے پہلے شعر میں اقبال نے (سید ہجویر مخدوم اُمم......مرقدِ او پیر سنجر را حرم) پیر سنجر کا لفظ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے لیے استعمال کر کے فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت کر دی ہے جبکہ علی نہاد نے فٹ نوٹ میں صرف خواجہ معین الدین چشتی کا نام لکھنے کی بجائے اپنا وضاحتی نوٹ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حاجی معین الدین چشتی ہندوستان کے اولیاء میں سے ہیں، راجپوتانہ کی ریاست اجمیر شہر میں ان کا مرقد زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ آپ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں شہرت رکھتے ہیں۔ (۴۲)

''اسرار و رموز'' میں جن اشعار میں قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ آیا ہے علی نہاد نے ترجمے کے حاشیے میں سورۃ و آیت کا نمبر درج کرنے کے ساتھ ساتھ آیت و حدیث کا ترکی ترجمہ بھی مختصراً درج کر دیا ہے مثلاً ''در شرح اسرار اسمائے علی مرتضیٰؓ'' کے باب کے تحت درج شعر (ذاتِ او دروازۂ شہر علوم... زیر فرمانش حجاز و چین و روم) کا ترجمہ دے کر اس کے پہلے مصرعے میں حدیث مبارکہ کی طرف تلمیح کو واضح کرنے کے لئے حواشی میں لکھا ہے کہ میں (یعنی رسول کریم ﷺ) علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ (۴۳) اسی طرح اقبال کے اشعار میں موجود دیگر تلمیحات کی وضاحت جلی حروف میں یا بریکٹ میں کی گئی ہے اور وضاحت طلب حواشی کو فٹ نوٹ کی صورت میں درج کیا ہے جس سے قاری کے لئے اصل متن میں موجود فکرِ اقبال اور اس کے سیاق و سباق کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

(۳) گلشنِ رازِ جدید

گلشنِ رازِ جدید اقبال کی کتاب ''زبورِ عجم'' کی ایک مثنوی ہے جو حضرت سید محمود شبستری (متوفی ۷۲۰ھ) کی مثنوی ''گلشنِ راز'' کے جواب میں لکھی گئی ہے اور ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ روایت کی جاتی ہے کہ ۷۱۷ھ میں ایک علم دوست بزرگ میر حسین ابن حسن میر سادات حسینی نے خراسان سے ۱۷ سوالات علمائے تبریز کی خدمت میں روانہ کئے تھے۔ انھوں نے سید محمود شبستری سے بھی ان کے جواب لکھنے کی درخواست کی تھی چنانچہ شیخ نے بیک نشست ان کے جوابات لکھوا دیئے۔ مرورِ ایام سے آخری دو سوال اور ان کے جوابات تلف ہو گئے۔ مطبوعہ نسخوں میں عموماً پندرہ سوال ملتے ہیں۔ اقبال نے ان پندرہ سوالات میں سے صرف گیارہ کے جوابات شیخ شبستری کی طرح ان کے جوابات بھی نظریہ وحدۃ الوجود ہی کی روشنی میں لکھے ہیں۔ (۴۴)

ڈاکٹر علی نہاد نے ''زبورِ عجم'' کی اس مثنوی کا ترجمہ الگ سے "Yeni Gülsen-i Raz" کے عنوان کے تحت کیا اور ۱۹۵۹ء میں کاروان مطبع کی طرف سے شائع کروایا تھا۔ اس ترجمے میں کوئی پیش لفظ یا مقدمہ شامل نہیں ہے بلکہ ترجمہ شدہ کتاب کے صفحہ اول پر گلشنِ راز کے تمہیدی اشعار کا ترکی میں ترجمہ دے کر اس کے حاشیے میں وضاحت کر دی ہے کہ یہ کتاب علامہ اقبال نے مشہور ایرانی صوفی محمود شبستری کی کتاب ''گلشنِ راز'' کو مدنظر رکھ کر لکھی ہے۔ (۴۵) علی نہاد نے اس کتاب کا انتساب اپنے دوست ذکی کرداوغلو (Zeki Kurdoglu) کے نام کیا ہے اور ''گلشنِ رازِ جدید'' کے سرورق کی دوسری طرف درج ۱۲ اشعار کا ترکی زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اس کے بعد کتاب کا مکمل ترجمہ دیا گیا ہے۔ تارلان نے ترجمے کے سلسلے میں

کسی قسم کا تکلف نہیں برتا بلکہ ترجمہ اس خوبصورت اور شاندار اسلوب میں کیا ہے جیسے کوئی معلوماتی کتاب لکھی جا رہی ہو۔ وہ ساری باتیں جو ہر سوال کے جواب میں کئی کئی اشعار میں بیان ہوئی ہیں انھیں رواں ترکی نثر میں دو سے چار اقتباسات کی صورت میں بیان کیا ہے البتہ کہیں کہیں شعر کا منظوم ترجمہ درج کر کے کتاب کو دلچسپ اور خاصا اہم بنا دیا ہے۔ مثلاً سوال نمبر ۴ کے اختتام پر اقبال نے یہ فارسی شعر درج کیا ہے:

خودی اندر خودی گنجد محال است!

خودی را عینِ خود بودن کمال است!(۴۶)

اس کا ترجمہ علی نہاد نے شعر ہی میں کیا ہے۔(۴۷)

اس ترجمے میں مترجم نے اپنی طرف سے ۶ جگہوں پر حواشی دیئے ہیں جن میں قرآنی آیات و احادیث کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا، فریدالدین عطار اور نصیرالدین طوسی پر تعارفی نوٹ درج ہیں۔ اس ترجمے کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ تصوف کی مشکل فارسی اور عربی اصطلاحات کی جگہ متبادل ترکی اصطلاحات استعمال کر کے ترجمے کو آسان اور عام فہم بنا دیا گیا ہے جس سے آج کے ترک قاری کے لئے بھی کتاب کو پڑھنا اور سمجھنا آسان ہے۔ (راقم الحروف کی اطلاع کے مطابق ترکی میں تاحال اقبال کی اس مثنوی کا کسی اور مترجم نے ترجمہ نہیں کیا) اگر اِس کتاب کے سرورق پر (اقبال لاہوری) "ikbal-i Lahori" نہ لکھا ہوتا تو یہ ترجمہ کی بجائے علی نہاد تارلان کی طبع زاد تصنیف لگتی۔

(۴) زبورِ عجم (انتخاب)

''زبورِ عجم'' ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کے حصہ اول میں ۵۶ اور حصہ دوم میں ۷۵ مختلف غزلیات و قطعات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دو مثنویاں ''گلشن رازِ جدید'' اور ''بندگی نامہ'' بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر علی نہاد نے ''زبورِ عجم'' کی مثنوی ''گلشن رازِ جدید'' کا ترجمہ ۱۹۵۹ء میں اور مثنوی ''بندگی نامہ'' کو ''مسافر'' اور ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' کے ساتھ اکٹھا کر کے ۱۹۷۱ء میں "Ikbal'in Üc Eseri" کے عنوان سے کیا اور اسے استنبول سے شائع کرایا تھا جبکہ انھوں نے زبورِ عجم کے حصہ اول و دوم کی غزلوں کے انتخاب پر مشتمل ترجمہ "Zebür-ü Acemden Seçmeler" کے عنوان سے کر کے ۱۹۶۴ء میں استنبول سے شائع کرایا۔ اس میں ۶ صفحات کا پیش لفظ بھی شامل ہے۔ اس کے مقدمے میں اقبال کے حالات زندگی کے بارے میں مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ ہم اس مقدمے سے مستفید ہوتے ہوئے ہندوستان کی سیاسی صورت حال بیان کرتے ہیں۔ (۴۸) تارلان کا یہ پیش لفظ غالباً اس مقدمے کا خلاصہ ہے۔ اس کتاب میں ''زبورِ عجم'' کی ۲۵ منتخب غزلوں اور نظموں کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ ترجمہ شدہ کلام کی ترتیب اصل کتاب سے مختلف ہے۔ غالباً علی نہاد نے ان کی ترتیب صوتی و شعری آہنگ کو مدنظر رکھ کر کی ہے۔ ترجمہ شدہ کلام کی ترتیب یوں ہے:

	ترجمے میں ترتیب	اصل ترتیب
نمبر شمار	غزل نمبر	حصہ
۱	۱۹ (ترجیع بند نظم)	دوم
۲	۴۷	"

۳	۲۹	اول
۴	۶	"
۵	۴۸	"
۶	۱۶	دوم
۷	۲۷	اول
۸	۳۲	دوم
۹	۳۶	"
۱۰	۵۶	"
۱۱	۴۱	اول
۱۲	۴۴	"
۱۳	۴۶	دوم
۱۴	۵۳	"
۱۵	۴۵	"
۱۶	۴۶ (بقیہ تین اشعار)	"
۱۷	دُعا	اول
۱۸	۵۲	دوم
۱۹	۵۴	"
۲۰	۵	"
۲۱	۶۳	"
۲۲	۳۴	"
۲۳	۶۲	"
۲۴	۲	اول
۲۵	۱۳	"

اس ترجمے کے آغاز میں ''زبورِ عجم'' کے حصہ دوم کی ترجیع بند نظم نمبر۱۹ کا ترجمہ دیا گیا ہے۔اس کا ٹیپ کا مصرع ''از خوابِ گراں خیز!'' ہے۔علی نہاد نے ترکی زبان میں اپنی طرف سے "ikbal'in islam Alemine hitabi" (اقبال کا عالم اسلام کو خطاب) اور "Uyan" (جاگ) عنوان دیکر آزاد نظم کی ہئیت میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔اس نظم کے پہلے بند کے مصرع ''از نالۂ مرغِ چمن'از بانگِ اذاں خیز'' کے ترکی ترجمے میں ''از بانگِ اذاں خیز'' کا ترجمہ نہیں دیا گیا جبکہ ''دوسرے بند کا ترجمہ تیسرے بند کے بعد دیا گیا ہے۔اسی طرح پانچویں بند کا ترکی ترجمہ سرے سے شامل ہی نہیں ہے۔(۴۹) مزید برآں ''زبورِ عجم'' کے حصہ دوم کی غزل نمبر ۱۶ اور حصہ اول کی غزل نمبر ۲۷ (جو تین اشعار پر مشتمل ہے) کو اکٹھا کر کے ترجمہ پیش کیا گیا

ہے(۵۰) جبکہ حصہ دوم کی غزل نمبر ۴۶ کے پہلے پانچ اشعار کا ترجمہ صفحہ ۲۹ پر اور بقیہ تین اشعار کا ترجمہ صفحہ ۳۳ پر دیا گیا ہے۔ ''زبورِعجم'' کے حصہ اول میں شامل ''دُعا'' کا ترکی ترجمہ کرتے ہوئے اس کا عنوان درج نہیں کیا گیا۔(۵۱)

ڈاکٹر علی نہاد نے ''زبورِعجم'' کی منتخب غزلوں و نظموں کے دقیق اور فلسفیانہ خیالات کے شعری آہنگ کو مدنظر رکھ کر ان کا منظوم ترکی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔اس کتاب کی زبان انتہائی خوبصورت اور شاعرانہ ہے۔

(۵) ارمغان حجاز

یہ کتاب علامہ اقبال کی زندگی کے آخری ایام میں زیرِ تکمیل تھی مگر اس کی اشاعت ان کی رحلت کے بعد ہوئی۔کتاب کے دو حصے ہیں۔حصہ اول میں فارسی اور حصہ دوم میں اُردو کلام شامل ہے۔حصہ فارسی قطعات و رباعیات پر مشتمل ہے جس کے پانچ ذیلی ابواب ہیں: حضورِ حق، حضورِ رسالت ﷺ، حضورِ ملت، حضورِ عالم انسانی اور بہ یاران طریق۔(۵۲)

ڈاکٹر علی نہاد نے ''ارمغان حجاز'' کے حصہ فارسی کا ترکی میں ترجمہ کر کے استنبول سے ۱۹۲۸ء میں آر۔سی۔ڈی کے تعاون سے شائع کرایا۔انھوں نے اس کے آغاز میں ایک پیش لفظ لکھا ہے۔اس کے بعد ارمغان حجاز کا تعارف اور اقبال کے عنوان کے تحت دو مضامین دیے ہیں۔ان مضامین میں سے پہلا اقبال کی سوانح اور دوسرا ان کی معنوی شخصیت کے بارے میں ہے۔یہ وہی مضامین ہیں جو اس سے پیشتر ان کے ''اسرار و رموز'' (دوسرے ایڈیشن میں) اور ''پیام مشرق'' کے دیباچوں میں شامل رہے ہیں۔کتاب کے پیش لفظ میں وہ لکھتے ہیں کہ ''ارمغان حجاز'' اقبال کی وہ اہم تصنیف ہے جس میں ان کے مذہبی، معاشرتی اور سیاسی افکار بڑی خوبصورتی سے بیان ہوئے ہیں۔(۵۳) اس کے بعد وہ ''ارمغان حجاز کے بارے میں'' اپنے تعارفی مضمون میں لکھتے ہیں کہ ''ارمغان حجاز'' مستی سے پُر کتاب ہے۔اقبال کسی ایک زمانے کے انسان نہیں، وہ معمولی انسانوں جیسے احساسات اور سوچ نہیں رکھتے تھے، وہ مال و ملک اور دنیاوی اعمال کو اہمیت دینے کی بجائے صرف ''دل'' جیسے مقدس جوہر پر اکتفا کرنے والے شخص تھے۔وہ ایک عظیم علوی اور اصل عاشق تھے.... ان کے نزدیک مومن کی اصل زندگی دل کی وجہ سے قائم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ثواب کے لالچ میں نہیں بلکہ اطاعت اور عشق کی وجہ سے کرتا ہے۔(۵۴) اس ترجمے میں اقبال کے کلام کا کچھ حصہ شامل نہیں ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

باب کا نام	محذوف کلام
حضورِ حق	فصل نمبر پانچ کی پانچ رباعیاں
حضورِ ملت	پیام فاروق کی نو رباعیاں
" "	خلافت و ملوکیت کی پانچ رباعیاں
" "	ترک عثمانی کی تین رباعیاں
" "	برہمن کی چار رباعیاں
" "	خاتمہ کی تیسری اور آخری رباعی

کچھ جگہوں پر رباعیوں کے نمبروں کے اندراج میں کمی بیشی نظر آتی ہے، مثلاً ''حضورِ حق'' کی فصل نمبر ا کے تحت پانچ رباعیوں کا ترجمہ تو موجود ہے مگر رباعی نمبر ۴ کے ترجمے پر نمبر درج نہیں اور رباعی نمبر ۵ کی جگہ پر نمبر ۴ لکھا ہوا ہے۔(۵۵) اسی طرح ''حضورِ رسالتؐ'' کی فصل نمبر ۵ کے تحت پہلی رباعی کا ترجمہ غلطی سے فصل نمبر ۴ کے تحت دی گئی دو رباعیوں کے بعد درج کر دیا گیا ہے

لہذا فصل نمبر ۵ کے تحت تین کی بجائے دو رباعیوں کا ترجمہ دیا گیا ہے۔(۵۶)مزید برآں باب ''بہ یارانِ طریق'' کی فصل نمبر۴ کے تحت رباعیوں کو فصل نمبر۳ میں شامل کرتے ہوئے فصل نمبر۵ اور ۶ کی تمام رباعیوں کا ترجمہ فصل نمبر۴ کے تحت درج کیا ہے۔(۵۷)

ترجمہ سلیس ترکی زبان میں کیا گیا ہے۔ ہر عنوان کے تمہیدی اشعار کا ترجمہ آسان نثر میں ہے اور ہر رباعی کا ترجمہ تین یا چار سطور میں کیا گیا ہے۔اس میں اصل کتاب کی ترتیب آغاز سے اختتام تک قائم رکھی گئی ہے صرف ابواب ''حضورِ ملت'' اور''حضُورِ عالمِ انسانی'' کے تحت آنے والی رباعیات پر ڈاکٹر علی نہاد نے اپنی طرف سے ضمنی سیریل نمبر کا اضافہ کر کے ترجمہ دیا ہے تاکہ رباعیوں کا ترجمہ متعلقہ عنوان سے وابستہ رہے۔علامہ اقبال نے ''ارمغانِ حجاز'' کے حصہ فارسی میں بعض جگہوں پر ''اشارات'' کے عنوان کے تحت حاشیے میں مشکل الفاظ کے معانی اُردو میں درج کیے ہیں اور کچھ جگہوں پر آیاتِ قرآنی اور احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ڈاکٹر علی نہاد نے ان حاشیوں کا ترجمہ دینے کی بجائے جہاں ضروری خیال کیا وہاں حاشیے میں وضاحتی نوٹ دے دیئے ہیں' مثلاً باب ''حضورِ رسالتؐ'' کی فصل نمبر۷ کے تحت پہلی رباعی کے حاشیے میں عراقیؔ اور جامیؔ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ایران کے دو صوفی شعراء ہیں۔(۵۸)اسی باب کی گیارہویں فصل (جو اصل فارسی متن میں تیرہویں فصل ہے) کی رباعیوں کے حاشیے میں تارلان نے لکھا ہے کہ ان اشعار کے مخاطب سعودی عرب کے فرمانروا عبدالعزیز ہیں(۵۹) جبکہ اقبال نے ایسا کوئی حاشیہ اصل متن میں نہیں دیا البتہ اس فصل کی پہلی رباعی میں عبدالعزیز کا ذکر ضرور آیا ہے:

تو ہم آں مَے بگیر از ساغرِ دوست
کہ باشی تا ابد اندر برِ دوست
سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں
بروبم ازمژہ خاکِ درِ دوست(۶۰)

ڈاکٹر علی نہاد نے ''ارمغانِ حجاز'' کا تقریباً مکمل ترجمہ کیا ہے۔ان کے علاوہ کسی ترک سکالر نے اس کا مکمل ترجمہ نہیں کیا البتہ چند اقبال شناسوں نے اس کی چند رباعیوں کا ترجمہ ضرور کیا ہے' مثلاً ڈاکٹر عبدالقادر قراۃ خان نے "Muhammad ikbal ve Eserlerin'den Seçmeler" کے عنوان سے منتخب کلام اقبال کا ترجمہ ۱۹۷۱ء میں استنبول سے شائع کروایا تھا جس میں ''ارمغانِ حجاز'' کی گیارہ رباعیوں کا نثری ترجمہ مع فارسی متن شامل کیا ہے۔علی نہاد کا ترجمہ بامحاورہ ہے لیکن اس میں تشریح و تفہیم کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔

(۶)ضربِ کلیم

علامہ اقبال کے اُردو کلام پر مشتمل ضربِ کلیم ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔اس میں تمہید کے بعد کتاب کی تمام غزلوں اور نظموں کو چھ عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔اسلام اور مسلمان' تعلیم و تربیت' عورت' ادبیاتِ فنونِ لطیفہ' سیاسیات مشرق و مغرب اور محرابِ گل افغان کے افکار۔(۶۱)ڈاکٹر علی نہاد کا ''ضربِ کلیم'' کا ترکی ترجمہ "Darb-i Kalim" کے عنوان سے ۱۹۶۸ء میں آر۔سی۔ڈی نے استانبول سے شائع کیا چونکہ ڈاکٹر تارلان اُردو نہیں جانتے تھے اس لیے ثروت صولت کے بقول انہوں نے ضربِ کلیم کا ترکی ترجمہ ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی کے ضربِ کلیم کے فارسی ترجمے کو مدنظر رکھ کر کیا ہے۔(۶۲)خواجہ عبدالحمید عرفانی کے فارسی اور ڈاکٹر علی نہاد کے ترکی ترجمے کا تقابلی موازنہ کر کے دیکھتے ہیں کہ ثروت صولت کی بات کہاں تک درست ہے۔

ڈاکٹر علی نہاد نے اپنی کتاب کے آغاز میں "Musa Vurusu" کے عنوان سے پیش لفظ میں ''ضربِ کلیم'' کے

بارے میں کچھ معلومات دی ہیں جن سے علامہ اقبال کی علالت' علاج کے سلسلے میں بھوپال کا سفر اور وہاں کے نواب حمید اللہ خان کے نام کتاب کے انتساب کا علم ہوتا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے ''ضربِ کلیم'' کے چھ حصوں کے اہم افکار کو پانچ نکات کے تحت بیان کیا ہے اور کتاب کے اگلے صفحہ پر حاشیے میں وضاحتاً لکھ دیا ہے کہ ''ضربِ کلیم'' کے کچھ قطعات بھوپال کے زمانے میں لکھے گئے ہیں۔ (۶۳) یہ دراصل عبدالحمید عرفانی کے فارسی ترجمے میں موجود حاشیے کا لب لباب ہے۔ (۶۴)

ڈاکٹر تارلان کے ترکی ترجمے میں ''ضربِ کلیم'' کا وہی کلام ملتا ہے جو خواجہ عبدالحمید نے اُردو سے فارسی میں منتقل کیا ہے۔ ان دونوں کے تراجم میں محذوف کلامِ اقبال کی تفصیل درج ذیل ہے:

''ضربِ کلیم'' کے حصے کا عنوان	محذوف کلام
اسلام اور مسلمان	ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام
	آزادیٔ شمشیر کے اعلان پر
	قلندر کی پہچان
	مومن (جنت میں)
	نکتۂ توحید کے آخری دو اشعار
	پنجابی مسلمان
تعلیم و تربیت	مہمان عزیز
عورت	ایک سوال
	پردہ
ادبیاتِ فنون لطیفہ	شعاع اُمید کی تین غزلیں
	مخلوقاتِ ہُنر
	ذوقِ نظر
	شعر
سیاستِ مشرق و مغرب	مشرق
	لا دین سیاست
	غلاموں کی نماز

ڈاکٹر علی نہاد نے ضربِ کلیم کے حصہ ''اسلام اور مسلمان'' کی نظم ''سلطانی'' کے سات اشعار کا ترجمہ بغیر عنوان کے دیا ہے (۶۵) حالانکہ خواجہ صاحب کے فارسی ترجمے میں اس کا عنوان موجود ہے۔ (۶۶) خواجہ عبدالحمید نے حصہ ''محرابِ گل افغان کے افکار'' کی بیس غزلوں کا ترجمہ نظموں کی صورت میں کیا ہے۔ انھوں نے ہر نظم کو ایک عنوان اور ہر شعر کو ایک نمبر دیا ہے اور ایک یا دو سطور میں شعر کا مفہوم بیان کیا ہے۔ تارلان نے بھی ترجمے کی یہی صورت برقرار رکھی ہے البتہ انھوں نے اس حصہ کی چوتھی غزل جس پر عرفانی نے ''تقدیرِ ملت'' کا عنوان دے کر ترجمہ کیا ہے' کا ترجمہ آٹھ سطور کے ایک پیراگراف میں دیا ہے۔ (۶۷)

خواجہ عبدالحمید نے فکری مغالطے کی بنا پر ''محرابِ گل افغان کے افکار'' کے ترجمے سے پیشتر ایک نوٹ دیا ہے جس میں

وہ لکھتے ہیں کہ محراب گل پشتو زبان کے افغانی شاعر ہیں جس سے اقبال نے اخذ و استفادہ کیا ہے اور یہ کہ اس حصہ میں بیشتر خیالات علامہ اقبال کے اپنے ہیں۔(۶۸) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک فرضی نام ہے جس کے تحت علامہ اقبال نے افغان قوم کو وہ درس اور پیغام دیا ہے جس کو وہ ان کی نجات کا واحد راستہ سمجھتے تھے۔(۶۹) علی نہاد تارلان نے بھی اسی فکری مغالطے کا شکار ہوتے ہوئے ''ضربِ کلیم'' کے مذکورہ نوٹ کا ترکی میں خلاصہ درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محرابِ گل کے بعض افکار (محراب گل پشتو زبان میں شعر کہنے والے) ایک افغان شاعر کے ہیں۔(۷۰) اب اسی حصے کی غزل نمبر۴ کے چند اُردو اشعار کے فارسی اور ترکی ترجمے کا موازنہ ملاحظہ کیجئے۔اشعار اقبال:

کیا چرخِ کجرَو، کیا مہر، کیا ماہ
سب راہرو ہیں واماندۂ راہ!
کڑکا سکندر بجلی کی مانند
تجھ کو خبر ہے اے مرگِ ناگاہ!
نادر نے لوٹی دلّی کی دولت
اک ضربِ شمشیر! افسانہ کوتاہ!
افغان باقی! کہسار باقی!
اَلحُکمُ لِلّٰہ! اَلمُلکُ لِلّٰہ !(۷۱)

خواجہ عبدالحمید نے اس کا فارسی ترجمہ یوں کیا ہے:

این چرخ کج رو آن مہر و آن ماہ
ھستند رھرو ومانده راه
غرید چون ابر توفنده لیکن
و ای سکندر! ای مرگ ناگاه!
از دست نادر یغمای دھلی!
یک ضرب شمشیر افسانه کوتاه
افغان باقی کہسار باقی
الحکم لِلّٰه الملک لِلّٰه(۷۲)

اب علی نہاد تارلان کے ترکی ترجمے کے مفہوم کو دیکھتے ہیں:

یہ اُلٹا چلنے والا چرخ، وہ سورج، وہ چاند مسافر ہیں، مگر آگے نہیں بڑھ سکتے، راستے میں رُکے ہوئے ہیں۔ سکندر بادل کی طرح گرجا لیکن افسوس کہ اک آن میں موت آئی اور اُسے اپنے ساتھ لے گئی۔ نادر شاہ کی اک ضربِ شمشیر سے دہلی لوٹنے کی مثال کچھ ہی دیر رہی... افغان اب بھی قائم ہے اور کہسار اب بھی قائم ہیں... حکم اللہ کا ہے، ملک اللہ کا ہے۔(۷۳)

تارلان کی پوری کتاب میں ''ضرب کلیم'' کے کلام کا وہی مفہوم درج ہے جو انھوں نے خواجہ صاحب کے فارسی ترجمے سے اخذ کیا ہے چنانچہ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تارلان نے ''ضرب کلیم'' کا ترکی ترجمہ کرتے ہوئے خواجہ عبدالحمید کے فارسی

ترجمے سے استفادہ کیا ہے۔

خواجہ عبدالحمید عرفانی نے ''ضربِ کلیم'' کے زیادہ ترحصوں کا منظوم ترجمہ کیا ہے جبکہ ڈاکٹر علی نہاد نے منظوم ترجمہ کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود نثر میں ترجمہ کیا ہے کیونکہ وہ کلام اقبال میں موجود فکر وفلسفہ کے اصل مفہوم و مدعا کو ترکی میں منتقل کر کے ترکوں کو اقبال سے متعارف کرانا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تراجم اقبال کے لئے شعری اسلوب کی بجائے زیادہ تر نثری اسلوب اختیار کیا ہے۔

تارلان کا ترجمہ منثور ہے اور انہوں نے مفہوم کی وضاحت کے لئے کئی الفاظ زائد استعمال کئے ہیں جن سے یہ ترجمہ کم اور تفہیم زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے یہ ترجمہ ۱۹۶۸ء میں کیا تھا جب ترکی میں اقبال کے کلام کو سمجھنے والے افراد خال خال پائے جاتے تھے۔ یہ ترجمہ کلام اقبال کی فکر اور پیغام کو عام پڑھے لکھے ترکوں تک پہنچانے کے افادی نقطۂ نگاہ سے کیا گیا ہے جبکہ ڈاکٹر خلیل طوق آر کا اُردو کلام اقبال کے انتخاب پر مبنی ترجمہ "Muhammad ikbal- Su Masmavi Gökyüzünü Kendi Yurdum Sanmistim Ben" (اقبال دین شعرلر؛ خارقتان خبروے زبور عجم) کے عنوان سے ۱۹۹۹ء میں استنبول سے شائع ہوا تھا۔ یہ ترجمہ اقبال کے اصل اُردو متن سے کیا گیا ہے چونکہ اب ترکوں کی ایک خاصی تعداد فکرِ اقبال سے متعارف ہو چکی ہے لہذا ڈاکٹر خلیل طوق آر نے ترکوں کی کلام اقبال کے منظوم ترجمے کی خواہش کے پیش نظر اس کا ترجمہ منظوم کیا ہے۔ ڈاکٹر خلیل کا ترجمہ فکری پہلو کے لحاظ سے ڈاکٹر تارلان کے ترجمے کی نسبت اصل متن کے زیادہ قریب ہے۔

ڈاکٹر علی نہاد نے ''ضربِ کلیم'' کا ترجمہ براہ راست اُردو سے نہیں کیا جس سے ترجمے کا مفہوم کچھ کا کچھ ہونے کا گمان گزر سکتا تھا مگر خوش قسمتی سے تارلان کو اقبال شناسی میں خاص دسترس حاصل تھی چنانچہ وہ اپنے ترجمے میں اقبال کے اصل مفہوم و مدعا تک پہنچنے میں کامیاب رہے ہیں لہذا ان کا ''ضربِ کلیم'' کا ترجمہ بھی ان کے دیگر تراجم جتنا ہی خوبصورت اور کامیاب ہے۔

(۷) پیام وزبورِ عجم

ڈاکٹر علی نہاد نے ''پیامِ مشرق اور زبورِ عجم'' دونوں کے ترکی ترجمے کو اکٹھا کر کے ۱۹۷۱ء میں ترکیہ ایش بنک کے تعاون سے "ikbal'den Siirler -- Sarktan Haber ve Zebür-ü -Acem" کے عنوان کے تحت استنبول سے شائع کرایا۔ انہوں نے اس مشرق مجموعہ میں ''پیامِ مشرق'' کے اسی ترجمے کو کسی کمی بیشی کے بغیر شامل اشاعت کیا ہے جس کی دو اشاعتیں ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۳ء میں سامنے آ چکی تھیں۔ جہاں تک ''زبورِ عجم'' کا تعلق ہے اگرچہ وہ اس کی منتخب غزلوں کا ترجمہ کر کے اسے ۱۹۶۴ء میں انقرہ سے شائع کرا چکے تھے مگر انہوں نے اقبال کی اس کتاب کے حصہ اول اور دوم کی تمام غزلوں کا ازسرِ نو ترجمہ کر کے اسے مذکورہ مجموعے میں شامل کیا۔ یہ کتاب ۲۸۷ صفحات پر مشتمل ہے جس کے ابتدائی بیس صفحات میں پیش لفظ کے علاوہ سوانح اقبال اور اقبال کی معنوی شخصیت تارلان کے مضامین ہیں جو اس سے پیشتر ''پیامِ مشرق''، ''ارمغانِ حجاز'' اور ''اسرار و رموز'' کے تراجم میں شامل ہیں لیکن ''پیامِ مشرق'' کے ترکی ترجمے کی اشاعت اول میں علامہ اقبال کے اُردو دیباچے کا جو ترجمہ شامل تھا وہ اس کتاب میں موجود نہیں ہے۔ ''پیامِ مشرق'' کا ترجمہ ۱۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

ڈاکٹر علی نہاد نے ''زبورِ عجم'' کا پہلا ترجمہ ۱۹۶۴ء میں شائع کیا تھا جو منتخب غزلوں پر مبنی ہے۔ اس میں ترجمے کی ترتیب اصل متن کی ترتیب کے مطابق نہیں تھی۔ انہوں نے اس ترجمے میں اصلاح اور اضافہ کر کے شائع کروانے کی بجائے ''زبورِ عجم'' کے سرورق کے پشت پر درج اشعار ''بخوانندۂ کتاب زبور'' سے لے کر حصہ اول و دوم کی تمام غزلوں کا دوبارہ ترجمہ کیا ہے۔ مثلاً

گزشتہ ترجمے میں نظم ''دُعا'' کا ترجمہ بغیر عنوان دیا گیا تھا(۷۴) جبکہ اس کا دوبارہ شعری ترجمہ ''دعا'' (Dua) کے عنوان کے تحت کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ گزشتہ ترجمے سے فکر اور اسلوب کے لحاظ سے ایک جیسا ہی ہے۔ یہ حقیقت اسی نظم کے مصرعِ اول کے دونوں ترجمے دیکھ کر ہی سامنے آجاتی ہے :

یارب درونِ سینہ دلِ باخبر بدہ

در بادہ نشۂ رانگرم' آں نظر بدہ(۷۵)

علی نہاد نے پہلی مرتبہ اس شعر کا ترجمہ یوں کیا تھا: اُردو مفہوم:

''یا میرے رب' میرے سینے میں ایک ایسا دل عطا کر جو ہر شے کو محسوس کر سکے' ہر شے کو دیکھ سکے۔ ایسی نظر عطا کر جو شراب کے اندر کے نشے کا بھی احساس کر سکے۔''(۷۶)

ترجمہ ثانی:

''یا میرے رب' میرے سینے میں ایک جاگتا دل عطا کر، ایسی گہری نظر عطا کر جو شراب کے اندر کے نشے کا بھی احساس کر سکے۔''(۷۷)

اس کے ترجمۂ اول میں ڈاکٹر تارلان نے سینہ کے لئے لفظ "Sine" استعمال کیا ہے جو فارسی لفظ ہے جبکہ ترجمہ ثانی میں انھوں نے وقت کے تقاضے کے مطابق اس کی جگہ جدید ترکی لفظ "Gogus" استعمال کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے پہلے ترجمہ میں ''زبورِ عجم'' کے حصہ دوم کی نظم نمبر ۱۹ (ترجیع بند) کا ترجمہ کر کے اسے "Uyan" کا عنوان دیا تھا اور نظم کے مصرع ''از نالۂ مرغِ چمن' از بانگِ اذاں خیز'' میں ''از بانگِ اذاں خیز'' کا ترجمہ نہیں دیا تھا۔ اسی نظم میں تیسرے بند کا ترجمہ دوسرے بند سے پیشتر درج کیا تھا نیز پانچویں بند کا ترجمہ بھی موجود نہیں تھا۔(۷۸) ڈاکٹر تارلان نے دوسرے ترجمہ میں مذکورہ بالا خامیاں دور کرتے ہوئے نظم کو اس کے اصل فارسی متن کے مطابق ترتیب میں رکھ کر ترجیع بند کی ہئیت میں ہی از سرِ نو ترجمہ کیا ہے۔(۷۹)

تارلان فارسی دان تھے لہٰذا انھوں نے علامہ اقبال کے فارسی کلام میں موجود فکر و فلسفہ میں غوطہ زن ہو کر ان کے فکری موتیوں کو خوبصورت لڑی میں پرو دیا ہے۔ چونکہ وہ خود بھی شعر کہتے تھے لہٰذا اس ترجمے میں ان کی شاعرانہ صلاحیت کا بھرپور اظہار ہوا ہے۔ انھوں نے اس ترجمے میں ردیف و قافیے اور مصرعوں کو چھوٹا بڑا کر کے شعری تجربے کیے ہیں۔

(۸) ڈاکٹر محمد اقبال کی تین مثنویاں: مسافر، پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق اور بندگی نامہ

نادر شاہ نے اپنے ملک میں تعلیمی اور دینی اصلاحات کے لیے برصغیر کے جن ممتاز فضلا اور ماہرین تعلیم کو افغانستان آنے کی دعوت دی تھی ان میں علامہ اقبال' سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود شامل تھے۔ چنانچہ ۲۱ اکتوبر سے ۲ نومبر ۱۹۳۳ء تک علامہ کا قیام افغانستان میں رہا۔ مثنوی ''مسافر'' اسی قیام کی یادگار ہے۔ ''پس چہ باید کرد'' کی شانِ تصنیف یہ ہے کہ جس زمانے میں علامہ علاج کے لیے بھوپال تشریف لے گئے تھے' ان دنوں ایک رات سرسید احمد خان نے خواب میں انھیں اپنی بیماری کا ذکر حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرنے کی ہدایت کی۔ اس پر علامہ نے چند اشعار نبی اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیے۔ اس کے بعد علامہ برصغیر اور بیرونی ممالک کے سیاسی اور اجتماعی حالات پر اپنے تاثرات کا اظہار بزبانِ اشعار کرتے رہے۔ بالآخر ان اشعار نے ایک مثنوی کی صورت اختیار کر لی جس کا نام ''پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق'' قرار پایا۔ مثنوی ''مسافر'' پہلے آرٹ پیپر پر الگ شائع ہوئی پھر یہ اور پس چہ باید کرد دونوں مثنویاں ۱۹۳۶ء میں ''مثنوی پس چہ باید کرد مع مسافر''

کے نام سے شائع ہوئیں۔(۸۰) جبکہ مثنوی ''بندگی نامہ'' زبورِ عجم کے آخر میں شامل ہے۔

ڈاکٹر علی نہاد نے اقبال کی مندرجہ بالا تینوں مثنویوں کے ترکی تراجم کو اکٹھا کر کے ۱۹۷۶ء میں "Allama Dr. Muhammad ikbal'in Üc Eseri: Yolcu -- Ey Sark Kavimleri -- Kölelik" کے عنوان سے استنبول سے شائع کرایا۔اس کتاب کا انتساب بانئ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے نام ہے اور اس میں ان کی ایک تصویر بھی شامل ہے۔اس کے بعد علی نہاد نے ترکی زبان میں ایک ''حمد'' لکھی ہے جس میں انھوں نے باری تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے جس نے انھیں رومی عصر یعنی علامہ اقبال کی تقریباً تمام فارسی کتب کے ترجمہ کرنے کا شرف بخشا۔(۸۱) ''جاوید نامہ'' کا ترکی زبان میں ترجمہ پہلے این میری شمل ۱۹۵۸ء میں کر چکی تھیں، ورنہ شاید اس کا ترجمہ بھی علی نہاد تارلان ہی کرتے۔تارلان نے تراجمِ کلام اقبال کے سلسلے میں جو کام کیا وہ اس پر فخر کرتے تھے۔(۸۲) ان کے نزدیک اقبال صرف ملت اسلامیہ کے ہی نہیں بلکہ پورے عالم انسانیت کے مفکر اور شاعر ہیں۔(۸۳) مذکورہ کتاب کے آغاز میں سوانحِ اقبال اور اقبال کی معنوی شخصیت پر مشتمل ان کے مضامین شامل ہیں جو اس سے پیشتر ان کے تراجمِ ''پیامِ مشرق''، ''اسرار و رموز''، ''ارمغان حجاز'' اور ''پیام مشرق و زبور عجم'' میں شامل ہیں۔اس کتاب کے پہلے حصے میں مثنوی ''مسافر'' دوسرے میں مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' اور تیسرے حصے میں مثنوی ''بندگی نامہ'' کا ترجمہ شامل ہے جبکہ آخری پچپن صفحات پر ترکی زبان میں تارلان کے تین مضامین درج ہیں۔

ان میں سے پہلا مضمون دراصل ان کی فارسی نظم ''در آرام گاہِ اقبال... قونیہ ثانی'' کا ترکی ترجمہ ہے۔دوسرے مضمون کا عنوان "ikbal ve Ask" ہے جو اس سے پہلے سفارتِ پاکستان کی طرف سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہونے والے "Muhammad ikbal" نامی کتابچے میں شائع ہو چکا تھا۔اس مضمون، میں اقبال کی شان میں تارلان کے فارسی اشعار کا ترکی ترجمہ و تشریح کے علاوہ اقبال کے نظریہ عشق کی وضاحت کی گئی ہے۔تیسرے مضمون کا عنوان "Ask Sevinçten Nara Atti" ہے۔یہ عنوان اقبال کے مصرع ''بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق'' کا ترجمہ ہے۔اس میں بھی اقبال کے نظریۂ عشق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔علاوہ ازیں دو فارسی نظمیں ہیں جن میں اقبال کو شعری خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ان میں سے ایک ''در آرامگاہ اقبال--- قونیہ ثانی'' ہے جبکہ دوسری نظم کا عنوان ''مولانا اور اقبال'' ہے۔

اس کتاب میں شامل مثنوی ''مسافر'' کا مکمل ترجمہ چونتیس صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے آغاز میں ایک مختصر پیش لفظ بھی دیا گیا ہے جس میں ڈاکٹر علی نہاد نے اقبال کی عظمت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے گزشتہ تراجم کا ذکر بھی کیا ہے۔مثنوی کے عنوانات کے تحت درج اشعار کا ترجمہ دو، دو سطروں میں رواں نثر میں کیا گیا ہے اور ہر عنوان کے تحت آنے والے اشعار پر سیریل نمبر ۱، ۲، ۳ لگائے گئے ہیں۔اس میں اقبال کے اُردو حواشی کا ترجمہ نہیں دیا گیا بلکہ جہاں جہاں ضرورت پیش آئی ڈاکٹر علی نہاد نے وضاحتی نوٹ درج کیے ہیں۔مثلاً ''بر مزار شہنشاہ بابر خلد آشیانی'' کے زیرِ عنوان پانچویں شعر :

ہزار مرتبہ کابل نکوتر از دلی است
کہ آں عجوزہ عروس ہزار داماد است (۸۴)

کے مصرع ثانی کے ترجمے کے حاشیے میں لکھا ہے کہ یہ مصرع حافظ شیرازیؔ کا ہے (۸۵) جبکہ اقبال نے اصل متن میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی۔مثنوی ''مسافر'' کا ترجمہ انتہائی سادہ اور رواں زبان میں ہے۔تارلان اقبال کے دقیق فلسفیانہ نکات کا ترجمہ بھی بڑی روانی سے اور خوبصورت اسلوب میں کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔اس لیے اس ترجمے میں زیادہ حواشی کی

ضرورت پیش نہیں آئی۔ وہ جہاں محسوس کرتے اہم نکات اور فارسی و عربی اصطلاحات کے ترجمے کے ساتھ ہی بریکٹ میں ان کی وضاحت کرتے گئے ہیں۔

مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق'' کا ترجمہ ستاون صفحات (صفحہ ۶۱ تا ۱۱۸) پر محیط ہے۔ یہ بھی مثنوی کا مکمل ترجمہ ہے البتہ ''حکمت کلیمی'' کے آخری دو اشعار محذوف ہیں۔ یہ ترجمہ بھی مثنوی ''مسافر'' کی طرح نثر میں ہے۔ اس کے اشعار کا ترجمہ بھی اسی طرح دو، دو سطروں میں کر کے ہر عنوان کے تحت درج اشعار پر سیریل نمبر لگائے گئے ہیں۔ یہاں بھی اقبال کے اُردو حواشی کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔ ''در حضور رسالت مآب ﷺ'' کے عنوان کے بعد درج اقبال کے فارسی نوٹ جس میں سرسید احمد خاں انھیں اپنی علالت کا ذکر حضور رسالت مآب ﷺ سے کرنے کی ہدایت کرتے ہیں' کا ترکی ترجمہ دے کر دو باتیں ثابت کی گئی ہیں: ایک تو یہ کہ فارسی سے ترکی میں ترجمہ ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا' دوسرے وہ ترجمہ کرتے ہوئے اصل متن اقبال کی چھوٹی سے چھوٹی بات کو جو فکرِ اقبال کو سمجھنے میں معاون ہو' کس قدر اہمیت دیتے تھے۔

کتاب کے تیسرے حصے میں ''بندگی نامہ'' کا ترجمہ ہے۔ اس میں تارلان نے اشعار کا ترجمہ دو، دو سطور میں دینے کی بجائے ہر عنوان کا ترجمہ سادہ نثر کے چار، چار یا پانچ' پانچ سطروں پر مشتمل پیراگراف کی صورت میں دے کر ہر پیراگراف کے آغاز' درمیان اور اختتام پر ایک ایک شعر کا ترجمہ شعر ہی میں کیا ہوا ہے۔ اس ترجمے میں انھوں نے ہر عنوان کے تحت درج اقبال کے خیالات کو مضمون کی شکل میں لکھا ہے جس کے اسلوب کا انداز خطابیہ ہے۔ اس مثنوی میں ترجمہ شدہ مواد بھی فارسی متن کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے بلکہ شروع میں ''مصوری'' کے عنوان سے ایک مضمون دیا گیا ہے پھر ''بندگی نامہ'' ''در بیانِ فنونِ لطیفۂ غلاماں۔ موسیقی'' اور ''در فنِ تعمیرِ مردانِ آزاد'' کے ترجمے دیئے گئے ہیں۔ حصہ ''مذہب غلاماں'' کا ترجمہ کتاب میں موجود نہیں ہے۔ الغرض مذکورہ بالا تینوں مثنویوں کے تراجم' ترجمے کی فنی مبادیات' زبان اور اسلوب کے ہر لحاظ سے خوب ہیں۔

ترکی میں ابھی تک اقبال کے فارسی کلام کے مکمل متن کے تراجم ڈاکٹر علی نہاد تارلان سے بہتر کسی اور مترجم نے نہیں پیش کیے۔ حقیقت یہی ہے کہ ان تراجم میں فارسی اور عربی کی اصطلاحات کا خاصہ استعمال کیا گیا ہے جس کو نئی ترک نسل کے لیے پڑھنا اور سمجھنا خاصہ مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ مذکورہ تراجم ترکی میں اقبال شناسی کے حوالے سے خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ قمر رئیس، ڈاکٹر، ترجمہ کا فن اور روایت، دہلی: تاج پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۶ء، ص: ۱۸۷

2. Av. Yüsüf Zia Inan, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, Istanbul: Siralar Matbaasi, 1965, P:136

3. Ali Nihad Tarlan, Güneþ Yaprak, P:8

4. Ibid

5. Av. Yüsüf Zia Inan: Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:37

6 Adnan Siyadet Tarlan, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan için, Yaþar Matbaasi, istanbul, 1990, P:6

7. ……do…… and also see Prof. Dr. Amil Çelebioglu: Ali Nihad Tarlan; Kültür Bakanligi,

Ankara 1989,P:8

8. Adnan Siyadet Tarlan: Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan-Hayati ve Eserleri, Kültür Bakanligi, Ankara, 1995, P:44

9. Adnan Siyadet Tarlan: Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan için, P:3

10. Av. Yusuf Zia Inan: Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:92 and Prof. Dr. Amil Çelebioglu:

11. Nihad Tarlan, P:40

12. Ali Nihad Tarlan: Mevlana; Hareket Yayinilari, Istanbul, 1974, P:107

13. Adnan Siyadet Tarlan, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan-Hayati ve Eserleri, P:190

14. Turkiye Pakistan Kultur Cemiyeti: Turkiye'de Dr. Muhammad ikbal; Istanbul 1962, P:52 and Ali Nihad Tarlan: ikbal'in Üc Eseri; Yolcu - Ey Sark Kavimleri - Kölelik; istanbul, 1976, P:3

15. Pakistan Postasi, No. 184, December (Aralik) 1960, P:3

16. Adnan Siyadet Tarlan: Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan Icin, P:55,57

17. Prof. Dr. Amil Çelebioglu: Ali Nihad Tarlan, P:9

18. Ibid,P:110

19. Ibid, P:85

20. Türkiye'de Dr. Muhammad ikbal; Türkiye Pakistan Kültür Cemiyeti, Siralar Matbaasi istanbul 1962, P:7

۲۱۔ ظفر حسن ایبک (مرحوم)، مرتب: ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، خاطرات، ص:۳۳۴

۲۲۔ ثروت صولت، ترکی اور ترک، ص:۴۲۷

23. Ali Nihad Tarlan: ikbal; Pakistan Postasi, No. 98, 20 April 957, P:3

24. Dr. Muhammad ikbal: Cebrail'in Kanadi; Çeviri, Yüsüf Salih Karaca, Furkan Yayinlari Istanbul 1983, Takriz P:11

۲۵۔ ثروت صولت، ترکی اور ترک، ص:۴۲۸

26. Muhammad Ikbal: Cebrail'in Kanadi, Çeviri, Yusuf Salih Karaca, P:11

۲۷۔ راقم الحروف کے نام ڈاکٹر محمد صابر کے خط کا متن (ضمیمہ صفحہ نمبر ۲۱۷) ملاحظہ کریں۔

28. Av. Yüsüf Zia Inan: Prof. Dr. ALi Nihad Tarlan, P:110

۲۹۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، ص:۱۹۶

30. Muhammad ikbal: ikbal'den Siirler-Sarktan Haber ve Zebür-ü Acem; Çeviri, Prof. Dr.

Ali Nihad Tarlan, iþ Bankasi Kültür Yayinlari Istanbul 1971, P:28

31. Dr. Muhammad Ikbal: Tür Lalesi (Rubiler); Ceviri; Basri Gocul, Bursa 1970, P:3

۳۲۔ محمد طاہر فاروقی، سیرت اقبال، لاہور: قومی کتب خانہ، ۱۹۷۸ء، ص:۲۸۶، ۲۹۰

33. Muhammad Ikbal: Esrar ve Rumuz; Ceviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, Ahmed Said Matbaasi Istanbul 1964, P:4

34. Ibid

35. Ibid

36. Ibid, P:5

37. Ibid

۳۸۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، ص:۱۳۳

39. Muhammad ikbal: Esrar ve Rümüz, Çeviri, Dr. Ali Nihad Tarlan, P:113

۴۰۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، ص:۵۱

41. Muhammad ikbal: Esrar ve Rümüz, Çeviri, Dr. Ali Nihad, P:52

42. Ibid

43. Ibid, P:49

۴۴۔ محمد اقبال، شرح زبورِ عجم، مترجم: یوسف سلیم چشتی، لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، س ن، ص:۴۰۲

45. Muhammad ikbal: Yeni Gülsen-i Raz; Çeviri, Dr. Ali Nihad Tarlan, B. Kervan Matbaasi Istanbul 1959, P:5

۴۶۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، ص:۵۵۱

47. Muhammad ikbal: Yeni Gulsen-i Raz, Ceviri, Dr. Ali Nihad Tarlan, P:19

48. Dr. Muhammad ikbal: Zebür-ü Acemden Seçmeler; Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, Hilal Yayinlari istanbul 1964, P:5

49. Ibid, P:11-12

50. Ibid, P:18-19

51. Ibid, P:33

۵۲۔ محمد طاہر فاروقی، سیرت اقبال، ص:۳۰۴

53. Muhammad ikbal-i Lahori: Hicaz Armagani, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, Istanbul 1968, P:5

54. Ibid, P:7-8

55. Ibid, P:23

56. Ibid, P:29

57. Ibid, P:60-61

58. Ibid, P:30

59. Ibid, P:38

۶۰۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، ص:۹۴۲

۶۱۔ محمد طاہر فاروقی، سیرتِ اقبال، ص:۳۰۳۔۳۰۲

۶۲۔ ثروت صولت، ترکی اور ترک، ص:۸

63. Muhammad ikbal-i Lahori: Darb-i Kelim; Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, istanbul Matbaasi, Istanbul 1968, P:76

۶۴۔ محمد اقبال، مترجم: ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی، ترجمہ فارسی ضربِ کلیم و شرح احوالِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۱ء، ص:۲

65. Muhammad ikbal-i Lahori: Darb-i Kelim, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:15

۶۶۔ محمد اقبال، مترجم: ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی، ترجمہ فارسی ضربِ کلیم، ص:۲۸

67. Muhammad ikbal-i Lahori: Darb-i Kelim, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:59

۶۸۔ محمد اقبال، مترجم: ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی، ترجمہ فارسی ضربِ کلیم، ص:۱۴۷

۶۹۔ محمد طاہر فاروقی، سیرت اقبال، ص:۲۸

70. Muhammad ikbal-i Lahori: Darb-i Kelim, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:58

۷۱۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اُردو، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۹ء، ص:۶۲۸

۷۲۔ محمد اقبال، مترجم: ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی، ترجمہ فارسی ضربِ کلیم، ص:۱۴۹

73. Muhammad ikbal-i Lahori: Darb-i Kelim, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:59

74. Dr. Muhammad ikbal: Zebür-ü Acemden Seçmeler, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:33

۷۵۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، ص:۳۹۶

76. Dr. Muhammad ikbal: Zebür-ü Acemden Seçmeler, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:33

77. Muhammad ikbal: ikbal'den Siirler- Sarktan Haber ve Zebür-ü Acem, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:149

78. Dr. Muhammad ikbal: Zebür-ü Acemden Seçmeler, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan,

P:13

79. Muhammad ikbal: ikbal'den Siirler- Sarktan Haber ve Zebür-ü Acem, Çeviri, Prof. Dr. Ali Nihad Tarlan, P:224

۸۰۔ عبدالشکور، ڈاکٹر، اقبال کی فارسی شاعری کا تنقیدی جائزہ، لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۷۷ء، ص:۱۷۶

81. Muhammad ikbal: Allama Doktor Muhammad ikbal'in Üc Eseri; Yolcu - Ey Sark Kavimleri - Kölelik; Çeviri, Prof. Dr. Ali. Nihad Tarlan, istanbul 1976, P:25

82. Ibid

83. Ibid

۸۴۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (فارسی)، ص:۸۶۰

85. Muhammad ikbal: Allama Doktor Muhammad ikbal'in Üc Eseri; Yolcu - Ey Sark Kavimleri- Kölelik, Çeviri, Prof. Dr. Ali. Nihad Tarlan, P:38

☆......☆......☆